خلع میں قاضی وحاکم کا کردار واختیار۔ تحقیقی مطالعہ

*ڈاکٹر امان اللہ بھٹی

**نصرت عقیل

***حافظہ صبیحہ منیر

Family is the basic unit of society. It guarantees the integration of any social system. Islam lays down laws and principles which confirm and strengthen the institution of family. In Islamic society man and woman are given equal rights and duties to bring up and nourish the coming generations. In this research system are discussed in the light of Quran and Hadith. Islam permits polygamy to keep harmony in the muslim socity. Main emphasis is on the upbringing of coming generations and their training. In the four walls of the house a woman is the queen bears central place but spiritual and legal leadership goes to man. That is why in Quran and Hadith there is great emphasis on Nikah....because Nikah is the social and spiritual bond which holds criss cross of a family.

اسلام کی آمد سے قبل معاشرے میں خاوند خواہ کیسا ہی جابر وظالم، بدمزاج، بداخلاق، ان پڑھ، جاہل وحشیانہ برتاؤ کرنے والا ہو چاہے فرائض زوجیت ادا کرنے کا اہل نہ ہو، عورت کسی طور پر بھی اس کے ظلم وبربریت سے آزاد نہ ہو سکتی تھی۔ اسلام وحدت نسل انسانی کا داعی ہے وہ انسانوں کی محدود تفریق کا قائل نہیں ان کے درمیان مخصوص وجود (رنگ، نسل، وطن اور زبان) کی بنا پر فضیلت وذلت کو نہیں مانتا۔ قرآن پاک میں یوں بیان کیا ہے:

(يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ۔)(۱)

"اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور اسی سے پیدا کیا اس کا جوڑا اور پھیلائے ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں اور ڈرتے

---

*ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، ریلوے روڈ، لاہور

**لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

***لیکچرر، اتفاق ہسپتال، ماڈل ٹاؤن، لاہور

رہو اللہ سے جس کے واسطہ سے سوال کرتے ہو آپس میں اور خبر دار رہو قرابت والوں سے۔"

نکاح ایک پاکیزہ اور پائیدار بندھن ہے، اسکی بنیاد باہمی الفت و محبت اور سکون و طمانیت پر ہے۔ اس رشتہ کو مضبوط تر بنانے کے لئے کوشاں رہنا چاہئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْــًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا(۲)

ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کے ورثے میں لے بیٹھو انہیں اس لئے روک نہ رکھو کہ جو تم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے کچھ لے لو۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کوئی کھلی برائی اور بے حیائی کریں ۔ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بودوباش رکھو گو تم انہیں ناپسند کرو لیکن بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت بھلائی کر دے۔

خلع کا لغوی مفہوم

ابن منظور خلع کا لغوی مفہوم یوں بیان کرتے ہیں:

(خلع امراته خلعا بالضم وخلاعًا فاختلفت وخالقۃ ازالها عن نفسه وطلقها على بذل منها به فهى خالع والاسم الخلعة وقد تخالها واختلعت منه اختلاعًا فهى مختلفة۔)(۳)

خلع مندرجہ بالا تمام ابواب سے مستعمل ہے جس کے معنی اتار دینے کے آتے ہیں عربی محاورہ ہے خالعت "امساۃ زوجها" عورت نے معاوضہ دے کر خاوند سے طلاق حاصل کی یا مرد نے بیوی کو اپنے تیئیں آزاد کیا اور اس کو کسی چیز کے بدلے طلاق دی۔

عبد الرحمن الجزیری فرماتے ہیں:

(الخلع بفتح الخاء۔ مصدر خلع کقطع، یقال خلع الرجل ثوبه خلعًا ؤذاله عن بدنه ونزعه عنه ویقال : خلعت النحل خلعًا نزعته ویقال : خلع الرجل امرأته وخالعت المرأة زوجها مخالعة اذا افتدت منه۔)(۴)

"خلع بفتح کا۔ فعل خلع کا مصدر ہے کہا جاتا ہے کہ" خلع الرجل ثوبه خلعًا یعنی اس نے اپنا کپڑا اتار دیا یا اُسے اپنے سے جدا کر دیا یا کہتے ہیں "خلعت النعل خلعًا" یعنی میں نے جوتی اتار دی یا پیر سے نکال دی،" خلع الرجل امرأتد وخالعت المرأة زوجها مخلعة" یعنی مرد نے اپنی عورت کو علیحدہ کر دیا یا عورت نے اپنے خاوند سے علیحدگی اختیار کر لی۔"

حق خلع کا اصطلاحی مفہوم

ابن تیمیہ خلع کی اصطلاحی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

(الخلع الذی جاء به الکتاب والسنة : أن تکون المرأة کارهة للزوج ترید فراقه فتعطیه الصداق أو بعضه فلاء نفسها، کما یفتدی الأسر۔)(۵)

"خلع کے متعلق جو کتاب وسنت میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عورت اپنے شوہر سے متنفر ہو اور اس سے جدائی چاہتی ہو اور اسے مہر واپس ادا کر دے اور یا اس کا بعض حصہ اپنے نفس کے فدیہ کے طور پر جیسا کہ قیدی اپنی آزادی کے لیے فدیہ دیتا ہے۔"

ابن حزم رقم طراز ہیں:

(الخلع وهو الافتداء اذا کرهت المرأة زوجها فخافت أن لا توفیه حقه أو خافت أن یبغضها فلا یوفیها حقها فلها أن تفتدی منه ویطلقها ان رضی هو والالم یجبر هو ولا اجبرت هی انما یجوز بتراضیهما۔)(۶)

"خلع فدیہ دینا ہے جب عورت اپنے شوہر کو ناپسند کرے اور اسے خوف ہو کہ وہ اس کا حق ادا نہ کر پائے گی یا اسے خوف کہ وہ اس سے بغض رکھے گا اور اس کا حق ادا نہیں کرے گا تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اسے فدیہ دے اور وہ اسے طلاق دے دے اگر وہ راضی ہو البتہ اسے مجبور نہیں کیا جائے گا اور نہ عورت کو مجبور کیا جائے گا۔ خلع دونوں کی رضامندی سے ہی جائز ہے۔"

ابن قدامہ خلع کی اصطلاحی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

(فان هذا يسمّى خلعا؛ لأن المرأة تنخلع من لباس زوجها۔ قال الله تعالىٰ ﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ (البقره: ۱۸۷)﴾ ويسمى افتداءً؛ لأنها تفتدى نفسها بمالٍ تبذله۔ قال الله تعالىٰ ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾۔)(۷)

"لفظ خلع "خلع الثوب" سے ماخوذ ہے یعنی جب کوئی اپنا لباس اتار دے عورت کو مرد کے لیے اور مرد کو عورت کے لیے لباس کہا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زوجین کو ایک دوسرے کا لباس کہا گیا ہے۔

خلع کا نام فدیہ بھی ہے کیونکہ عورت شوہر کو کچھ فدیہ دے کر اس سے خلاصی حاصل کرتی ہے اصطلاحی اعتبار سے خلع یہ ہے کہ عورت شوہر کو ناپسند کرتی ہو اور اس کے ساتھ گزار محال ہو جائے تو مہر میں وصول کی ہوئی مکمل یا کچھ رقم شوہر کو واپس دے کر اس سے علیحدگی اختیار کرے۔"

خلع و طلاق انفرادی و خاندانی نوعیت کا مسئلہ ہے۔ جیسے ہم شخصی قانون بھی کہہ سکتے ہیں۔ ایک قاضی وحاکم جو کہ ریاست کی طرف سے مسلمانوں کے باہمی تنازعات کے تصفے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں شمولیت اختیار کر سکتا ہے یا نہیں؟

اگر کر سکتا ہے تو اس کی جائز اور شرعی حدود کیا ہیں؟ کیا زوجین کے درمیان جمع تفریق یا دیگر معاملات میں جو کہ اس مسئلہ سے تعلق رکھتے ہیں، کلی اختیارات رکھتا ہے۔ یا اس

کے اختیارات محدود ہیں۔ اس کے بغیر وقوع خلع کا امکان ہے یا نہیں۔ اس باب میں ہم اس حوالے سے بحث کریں گے۔

بعض فقہاء سلطان (حاکم، قاضی) کو کلی اختیارات تفویض کرتے ہیں۔ جبکہ بعض کے ہاں سلطان کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک تیسری رائے یہ ہے کہ خلع اصل میں تو قاضی کے بغیر ہی ہوتا ہے لیکن اگر شوہر دینے سے انکار کردے تو پھر قاضی اپنا کردار ادا کرے گا اور خاوند کو خلع دینے پر مجبور کرے گا۔ ذیل میں ان تینوں آراء کی تفصیل ہم پیش کرنا چاہتے ہیں۔

خلع کے معاملے میں قاضی یا حاکم کی شمولیت

جو فقہا خلع کے معاملے میں قاضی یا حاکم کی شمولیت کے قائل ہیں، ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

ان کے نزدیک یہ امر قرآن سے ثابت ہے

(فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ۔)(۸)

"پس اگر تمہیں خدشہ ہو کہ وہ دونوں (شوہر اور بیوی) اللہ کی حدود قائم نہیں رکھ سکیں گے۔"

اس بات کی تائید اس استدلال سے بھی ہوتی ہے جو ابن حجر نے فتح الباری میں اَبو عبید کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اس ضمن میں ابن حجر فرماتے ہیں:

(واستدل بقوله تعالیٰ فان خفتم أن لا یقیما حدود الله البقرہ آیة، وبقوله تعالی! وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکما من أهله وحکما من أهلها البقرة ایة۔)(۹)

" اللہ کے ان فرمودات سے ابوعبید نے استدلال کیا ہے، پس اگر تم خدشہ محسوس کرو کہ وہ دونوں (میاں بیوی) اللہ کی حدود قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ اور اگر تم

جھگڑے کا خدشہ محسوس کرو ان کے درمیان پس ایک حاکم شوہر کے گھر والوں میں سے اور ایک حاکم بیوی کے گھر والوں میں مقرر کر دو۔"

امام قرطبی فرماتے ہیں:

(والخاطبة للحکام والتموسطین لمثل ھذا الأمر وان لم یکن حاکما۔)(۱۰)

"اور خطاب حکما و متوسطین کے لیے ہے۔ متوسطین سے مراد حاکم کی عدم موجودگی میں جو اس جیسے اختیارات رکھتے ہوں۔"

ابو عبید فرماتے ہیں:

(مجعل الخوف لغیر الزوجین ولم یقل فان خافا، وقوی ذلک بقراءۃ حمۃ فی آیۃ الباب الا أن یخافا، بضم اولہ علی البنا ألمجھول۔)(۱۱)

"قرآن میں ان مقامات پر اللہ تعالیٰ نے "خوف وخدشہ" میاں بیوی کے علاوہ پر بولا ہے لہذا یوں نہیں فرمایا کہ اگر وہ دونوں خوف وخدشہ محسوس کریں۔ حمزہ کی قرآت بھی آیۃ الباب کی بات کو تقویت پہنچاتی ہے، جس میں ہے " الاان یخافا" مجہول بانتے ہوئے ی پر ضمہ پڑھا جائے مگر یہ کہ وہ دونوں ڈرائے جائیں۔"

اسی طرح احادیث میں بھی خلع کے معاملے میں قاضی یا حکم کی شمولیت کا جواز ملتا ہے۔ بخاری میں ہے:

(عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أن امراۃ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ أتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ابن قیس ما أعتب علیہ فی خلق ولادین ولکنی اکرہ الکفر فی اسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اتردین علیہ حدیقتہ؟ قالت نعم! قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل الحدیقۃ وطلقھا تطبیقۃ۔)(۱۲)

"حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن قیسؓ کی بیوی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں

ثابت بن قیس کی دینداری اور اخلاق میں عیب نہیں نکالتی بلکہ مجھے مسلمان ہو کر شوہر کی ناشکری کے گناہ میں مبتلا ہونا پسند نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے دریافت فرمایا کیا تم ثابت کا(مہر میں) دیا ہوا باغ واپس کرنے کو تیار ہو؟ عورت نے عرض کیا: ہاں! چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس کو حکم دیا "اپنا باغ واپس لے لو اور اسے طلاق دے دو۔""

مذکورہ حدیث میں ثابت بن قیس کی بیوی کے خلع کا نفاذ رسول اللہ ﷺ نے بطور ایک قاضی وحاکم ہونے کے فرمایا:

"اس سلسلے میں مزید آثار بھی ہمیں صحابہ کرام سے ملتے ہیں۔ مثلاً ربیع بنت معوذ نے اپنے چچازاد سے خلع حضرت عثمانؓ کے دور میں خلع لیا تھا۔ جس کا نفاذ حضرت عثمانؓ نے خود فرمایا تھا۔"(۱۳)

(2) خلع کے نفاذ میں قاضی وحاکم کیا کردار ادا کر سکتا ہے؟

کیا حاکم کے بغیر بھی خلع کا نفاذ ہو سکتا ہے؟ اس حوالے سے ابن قیم زاد المعاد میں مذکورہ آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

(وفی الآیۃ دلیل علی جوازہ مطلق باذن السلطان وغیرہ۔ ومنعہ طائفۃ بدون اذنہ، والأئمۃ الأربعۃ والجمھور علی خلافہ۔)(۱۴)

اس آیت میں خلع کے جواز کے مطلق ہونے کی دلیل ہے۔ خواہ اس میں حاکم کی اجازت شامل ہو یا نہ ہو۔ اور ایک گروہ نے حاکم کی اجازت کے بغیر خلع جائز قرار نہیں دیا۔ حالانکہ آئمہ اربعہ اور جمہور تو اسی بات کے قائل ہیں کے حاکم کی اجازت کے بغیر خلع لیا جا سکتا ہے۔

لہذا حاکم کی اجازت کے بغیر خلع لینے کے بارے میں علماء کے ہاں دو مؤقف پائے جاتے ہیں۔ جمہور کے ہاں خلع حاکم کی اجازت کے بغیر لیا جا سکتا ہے جبکہ ایک گروہ کے ہاں نہیں لیا جا سکتا۔

ذیل میں ہم دونوں کی آراء پیش کرتے ہیں۔ ابن قدامہ المغنی میں رقمطراز ہیں:

(ولا یفتقر الخلع الی حاکم نص علیہ أحمد فقال یجوز الخلع دون السلطان وروی البخاری، ذلک عن عمر و عثمان ﷺ وبہ قال شریح والزھری ومالک والشافعی واسحاق وأھل الرأی وعن الحسن وابن سیرین لایجوز الا عندالسلطان۔)(۱۵)

"خلع (اپنے وقوع میں) حاکم کا محتاج نہیں امام احمد نے اس پر نص بھی نقل فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ خلع حاکم کی شمولیت کے بغیر بھی جائز ہے۔ امام بخاری نے حضرت عمر و عثمانؓ سے بھی ایسے ہی روایت کیا ہے اور شریحؒ، زھریؒ، مالکؒ، شافعیؒ، اسحاقؒ، اھل الرائ، حسنؒ اور ابن سرینؒ کے نزدیک حاکم کے بغیر خلع نہیں لیا جاسکتا۔"

ابن قدامہ مزید فرماتے ہیں:

(ولنا! قول عمر و عثمان ولأنہ معاوضۃ فلم یفتقر الی السلطان کالبیع والنکاح، ولأنہ قطع عقد بالتراض أشبہ الا قالہ۔)(۱۶)

"اور ہم عمر و عثمانؓ کی بات کو ہی معتبر جانتے ہیں کیونکہ اس میں معاوضہ ہے لہذا یہ بیع اور نکاح کی طرح ہے کہ حاکم کا محتاج نہیں۔ کیونکہ اس میں عقد و معاہدہ باہمی رضامندی کے ساتھ قطع کیا جاتا ہے۔"

امام بخاری فرماتے ہیں:

(وأجاز عمر الخلع دون السلطان۔)(۱۷)

"اور حضرت عمرؓ نے سلطان کے علاوہ خلع کی اجازت دی تھی۔"

فتح الباری میں ابن حجر فرماتے ہیں:

(أی بغیر اذنہ، وصلہ ابن أبی شیبۃ من طریق خیثمۃ بن عبدالرحمن قال: أتی بشر بن مروان فی خلع کان بین رجل وامرأۃ فلم یجزہ فقال لہ عبداللہ بن شہاب الخولائی! قد أتی عمر فی خلع فأجازہ، وأثار المصنف الی خلاف فی

ذلک أخرجه سعید بن منصور ﴿حدثنا هشیم أنبانا یونس عن الحسن البصری قال! لایجوز الخلع دون السلطان﴾ وقال حماد بن زید ﴿عن یحی بن عتیق عن محمد بن سرین! کانوا یقولون﴾ فذکر مثله، واختاره أبو عبید واستدل لقوله تعالی ﴿فان خفتم الا یقما حدود الله﴾ وبقوله تعالی ﴿وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکما عن اهله وحکما من أهلها﴾ قال الخوف لغیر الزجین، ولم یقل فان خافا، وقوی ذلک بقراءة حمزة فی ایة الباب الا اله أن یخافا﴾ بضم اوله علی النبألمجهول قال! والمراد الولاة، ورده، النحاس بأنه قول لامساعده الاعراب ولا اللفظ ولا المعنی، والطحاوی بأنه شاذ مخالف لما عیه الجم الفضیر، ومن حیث النظر أن الطلاق جائز دون الحاکم فذلک الخلع۔ ثم الذی ذهب الیه مبنی علی أن وجود الشقاق شرط فی الخلع والجمهود علی خلافه وأجابوا عن الآیة بأنها جرت علی حکم الغالب وقد انکر قتادة هذا علی الحسن فأخرج سعید بن عروبة فی ﴿کتاب النکاح﴾ عن قتادة عن الحسن فذکره، قال قتادة! ما أخذ الحس هذا الا عن زیاد یعنی حیث کان أمیر العراق لمعاویة! قلت! وزیاد لیس أهلا أن یقتدی به۔)(۱۸)

"دون السلطان سے مراد ہے اس کی اجازت کے بغیر۔ خیثمۃ بن عبد الرحمن کی سند سے ابن ابی شیبہ نے موصول بیان کیا ہے فرماتے ہیں کہ: بشیر بن مروان نے میاں، بیوی کے درمیان (خلع بدون سلطان) کی اجازت نہ دی۔ تو عبد اللہ بن شہاب الخولانی نے کہا عمرؓ نے تو اجازت دے دی تھی۔ مصنف نے (بخاریؒ) اس کے خلاف اشارہ کیا وہ یہ کہ سعید بن منصور نے نکالا ہے کہ ہشیم نے، یونس، الحسن البصری سے خبر دی تھی کہ حسن بصری فرماتے ہیں۔ حاکم یا قاضی کے بغیر خلع نہیں ہو سکتا اور حماد بن نے یحیی بن عتیق، محمد بن سرین کے بارے میں کہا کہ وہ بھی اسی طرح کہتے تھے، اسی کی مثل ذکر کیا اور اَبو عبید نے بھی اسے بھی پسند کیا ہے اور اس آیت سے استدلال بھی کیا ہے کہ (پس اگر تمہیں ڈر لگے کہ وہ دونوں

اللہ کی حدود قائم نہیں رکھ سکیں گے) اور اس آیت سے کہ اگر تم ان سے باہمی جھگڑے سے ڈرو تو ایک حاکم خاوند کے گھر والوں میں سے اور ایک حاکم بیوی کے گھر والوں میں سے مقرر کردو۔ کہتے ہیں یہاں خوف کی نسبت زوجین کے علاوہ کی طرف کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ نہیں کہا کہ اگر وہ دونوں ڈر جائیں، آیت الباب کو حمزہ کی قرأت مزید تقویت دیتی ہے وہ یہ کہ (الا أن یخافا) ی کے ضمہ کے ساتھ مجہول پڑھا جائے۔ لہذا اس سے مراد وولات ہیں۔ نحاس نے اس کی تردید فرمائی ہے کہ اعراب، لفظ اور معنی میں سے کوئی چیز بھی اس کی تائید نہیں کرتی۔ طحاوی فرماتے ہیں یہ شاذ موقف ہے ایک جم غفیر نے اس کی مخالفت کی ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ طلاق حاکم کے بغیر جائز ہے۔ پھر وہ لوگ جو کہتے ہیں جھگڑا اس خلع میں شرط ہے جمہور نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ غالب طور پر ہے۔ سعید بن أبی عمرویۃ نے (کتاب النکاح) میں حسن پر تنکیر فرمائی ہے۔ جن میں قتادہ فرماتے ہیں یہ بات حسن نے زیاد سے لی ہے۔ جب معاویہؓ کے عہد میں عراق کا امیر تھا۔ میں کہتا ہوں زیاد اس قابل نہیں کہ اس کی پیروی کی جائے۔"

درج بالا عبارت سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ خلع کے نفاذ یا وقوع میں سلطان کی موجودگی ضروری نہیں۔ کیونکہ کبار صحابہ اور ائمہ کا یہی موقف البتہ جو سلطان کی موجودگی ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کا موقف ضعیف ہے۔ اس سلسلے میں المحلیٰ میں ابن حزم فرماتے ہیں:

(لا قال اللہ تعالیٰ ﴿ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۚ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ
) (۱۹)

"اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی بد دماغی اور بے پرواہی کا خوف ہو تو دونوں آپس میں صلح کرلیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں۔"

(فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۔) (۲۰)

"اگر تمہیں ڈر ہو کہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت رہائی پانے کے لئے کچھ دے ڈالے، اس پر دونوں پر گناہ نہیں۔"

(فماتان الایتان فاصتان علی کل ماقی الخلع واما من منع عنه بغیر اذن السلطان فروینا من طریق وکیع عن یزید بن ابراہیم التستری وربیع- هو ابن صبیح- کلاهما عن الحسن البصری قال! لایکون خلع الا عند السلطان- ومن طریق الجاج بن المنهال ناحماد بن زید نایحیی- هوابن عتیق- أن سمع محمدبن سرین یقول کانوا یقولون لا یجوز الخلع الا عند السلطان، وطریق حماد بن سلمة عن أیوب الختیانی عن سعید بن جبیر قال! لایکون الخلع الا حتی یعظها فان اتعظت وله والاضربها فان اتعظت والاارتقعاالی السلطان فیبعث حکما من اهلها وحکما من أهله یرفع کل واحد منهما الی السلطان ما یسمع عن ماجه فان رأی أن یفرق فرق وان رای أن یجمع جمع۔) (۲۱)

"مذکورہ دونوں آیات ہر قسم کے خلع کے بارے میں فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ لوگ جو سلطان کی اجازت کے بغیر خلع منع قرار دیتے ہیں ان کے بارے میں ہمیں وکیع، زید بن ابراہیم التستری اور ربیع جو کہ ابن صبیح ہے دونوں حسن سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں خلع حاکم کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ دوسری سند حجاج بن سھال، حماد بن زید، یحی جو کہ ابن عتیق ہے اس نے محمد بن سرین سے سنا کہ وہ فرماتے تھے خلع سلطان کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ حماد بن سلمۃ أیوب اسختیانی، سعید بن جبیر کی طریق سے کہتے ہیں خلع نصیحت کرنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے اور نصیحت میں مار پیٹ بھی ہو گی لہذا اسی نصیحت کی وجہ سے ہی معاملہ قاضی کے پاس لے جائیں گے چنانچہ وہ ایک حاکم خاوند اور ایک بیوی کے گھر والوں میں سے مقرر کرے گا۔ ان حکموں میں سے ہر ایک معاملہ سلطان

کی طرف لے کر جائے گا۔ پس وہ ہر ایک کی رائے سنے گا چاہے تو تفریق کر دے اور چاہے تو ملا دے۔"

ابن حزم لکھتے ہیں:

(وھذا کلہ لاحجة علی تصحیحہ قال تعالی ﴿قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین﴾)۔ (۲۲)

"یہ سب دلائل اپنی حجت کے اعتبار سے حجت نہیں ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں اے نبی ﷺ کہہ دیجیے اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ۔"

یہاں تک دو طرح کی آراء ہمارے سامنے آچکی ہیں۔ ایک سلطان کے مطلق طور پر شمولیت کی جبکہ دوسری مطلق نہیں کی۔ ایک کے ہاں سلطان کے بغیر خلع کا وقوع نہیں ہو سکتا جبکہ دوسروں کے ہاں خلع اَصل میں ہے سلطان مداخلت کے بغیر۔ لیکن فقہ السنة میں السید سابق نے ایک تیسری رائے کا اظہار کیا ہے۔ بعض صورتوں میں سلطان کی مداخلت ضروری ہے جبکہ بعض میں ضروری نہیں چنانچہ السید السابق رقمطراز ہیں:

(والخلع یکون بتراضی الزوج والزوجة، فاذا لم یتم التدافق منھما فلا قاضی الزام الزوج بالخلع بلأن ثابتا وزوجتہ رفعا أمرھما للنبی ﷺ وألذمہ الرسول بأن یقبل الحدیقة، ویطلق کما تقدم فی الحدیث۔)(۲۳)

"اگر میاں بیوی دونوں کی طرف سے (خلع پر) رضامندی مکمل نہ ہو تو قاضی کو اختیار ہے کہ خاوند پر خلع لازم کر دے کیونکہ حضرت ثابتؓ اور ان کی بیوی نے اپنا معاملہ نبی کریم ﷺ تک پہنچایا تھا تو آپ ﷺ نے ثابتؓ پر لازم کیا تھا کہ وہ باغ قبول کریں اور طلاق دے دیں۔"

عہد رسالت میں قاضی اور حکم کا کردار

منصب قضا کی اہمیت حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں

کسی بھی قوم کی نشوونما اور تعمیر و ترقی کے لیے عدل و انصاف ایک بنیادی ضرورت ہے جس سے مظلوم کی نصرت ظالم کے ظلم کا قلع قمع اور جھگڑوں کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح حقوق کو ان کے مستحقین تک پہنچایا جاتا اور دنگا فساد کرنے والوں کو سزائیں دی جاتی ہیں تاکہ معاشرے کے ہر فرد کی جان و مال، عزت و حرمت اور مال و اولاد کی حفاظت ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے "قضا" یعنی قیام عمل کا انتہا درجہ اہتمام کیا ہے۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

(وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ۔) (۲۴)

اے نبی کریم: "آپ لوگوں کے درمیان اللہ کی نازل کردہ ہدایت کے مطابق فیصلہ کریں۔"

نبی کریم ﷺ اپنی حیات طیبہ میں مسلمانوں کے لیے دین و دنیا کے تمام امور میں مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی تنہا ذات میں حاکم، قائد، مربی، مرشد اور منصفِ اعلیٰ کے تمام خصوصیات جمع تھیں۔ جو لوگ آپ ﷺ سے راضی نہیں ہوتے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

(فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔) (۲۵)

"اے پیغمبر! تیرے پروردگار کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہ ہوں گے جب تک اپنے جھگڑوں کا فیصلہ تجھ سے نہ کرائیں۔ پھر آپ کے فیصلے پر اپنے دلوں میں کوئی پریشانی نہ محسوس کریں اور وہ اسے دل و جان سے قبول کریں۔"

حضور نبی کریم ﷺ نے تقریباً تمام معاملات زندگی یا اُمور حیات میں اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے فرمائے۔

ذیل میں ہم صرف "حق خلع" کے بارے میں آپ ﷺ کے جو فیصلے منقول ہیں انہیں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

عہد رسالت میں واقع ہونے والا پہلا خلع

(أن امرأة ثابت بن قیس أتت النبی ﷺ قالت یا رسول اللہ ثابت بن قیس ما أعتب علیہ فی خلق و لا دین ولکنی أکرہ الکفر فی الاسلام فقال رسول اللہ ! أتردین علیہ حدیقۃ قالت ! نعم قال رسول اللہ اقبل الحدیقۃ وطلقہا تطلیقۃ۔)(۲۶)

"ثابت بن قیسؓ کی بیوی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھے ان کے اخلاق اور دین کی وجہ سے ان سے کوئی شکایت نہیں البتہ میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں کیونکہ ان کے ساتھ رہ کر ان کے حقوق زوجیت ادا نہیں کر سکتی اس پر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کیا تم ان کا باغ جو انہوں نے بطور مہر دیا تھا واپس کر سکتی ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں آپ ﷺ نے ثابتؓ سے فرمایا کہ باغ قبول کر لو اور انہیں طلاق دے دو۔"

حضور ﷺ چونکہ بیک وقت قاضی و مفتی تھے اس لیے یہ حکم قضاء اور فتویٰ دونوں حیثیتوں کا حامل ہے۔

اس حدیث سے درج ذیل اُحکام مستنبط ہوتے ہیں۔

1. اسلام میں خلع جائز ہے۔ جیسے کہ قرآن میں ہے۔(فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ) (۲۷)

2. یہ اس وقت جائز ہے جب دونوں کو یا دونوں میں سے ایک کو خدشہ ہو کہ وہ حدود اللہ قائم نہیں رکھ سکے گا۔ قرآن میں ہے (الَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ (۲۸))
3. خلع میں عورت معاوضہ دے گی جو کہ اس نے مہر کی صورت میں لیا تھا۔ قرآن میں ہے (فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ) (۲۹))
4. خلع کے نفاذ میں قاضی وحاکم اپنا کردار ادا کر سکتا ہے۔

خلع۔عہد خلفائے راشدین میں

حضور ﷺ کی ذات بابرکات کے بعد رشد وہدایت کا منبع وسرچشمہ یا وہ چشمہ صافی جس سے ہم فیض یاب ہو سکتے ہیں۔ وہ خلفائے راشدین المھدین کا طریقہ و اُسوہ ہے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ رقمطراز ہیں:

(ثم من طريقة أهل السنة والجماعة واتباع آثار رسول الله ﷺ باطنا وظاهرا واتباع سبيل السابقين الأولين من المهاجرين والأنصار واتبا وصية رسول الله ﷺ حيث قال «عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهدين من بعدى، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ»۔) (۳۰)

"اہل سنت والجماعہ کا طریقہ یہ رہا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے آثار کی ظاہری وباطنی ہر دو طرح سے اتباع کرتے ہیں۔ اسی طرح سابقین اولین مہاجرین کے طریقہ کی بھی، اور وہ نبی ﷺ کی اس وصیت کی پیروی کرتے ہیں۔ فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهتديين عضو عليها بالنواخذ۔" (۳۱)

عہدِ خلفاء کے صرف انہی قضایا یا نظائر کو ہم پیش کریں گے جو حق خلع سے تعلق رکھتے ہیں۔

خلافت راشدہ میں سنتِ نبویؐ کے عین مطابق اصول اختیار کیے گئے۔ خلفائے راشدین کا فقہی انداز رسول اللہ ﷺ کے مطابق تھا۔ درج ذیل مثالیں اس حوالے سے بیان کی جارہی ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں بھی خلع کے واقعات پیش آئے جن میں عورت کو اختیار دیا کہ اگر عورت خلع کا ارادہ کرلے تو اس سے انکار نہ کرو خلع کو جائز قرار دیا اس کی مزید وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل روایات پیش نظر ہیں۔

(أخبرنا ابو طاہر الفقیہ انا ابو بکر القطان نا ابراہیم بن الحارث نا یحی بن أبی بکر نا أبو ھلال نا عبداللہ بن یریدۃ قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اذا أراد النساء الخلع فلا تکفروھن۔)(۳۲)

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر عورتیں خلع کا ارادہ کریں تو انکار نہ کرو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ:

(ان امرأۃ نشرت من زوجھا فی امارۃ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فأمر بالی بیت کثیر الزبل فمکثت فیہ ثلاثۃ ایام ثم اخرجھا فقال لھا کیف رأیت قالت ماوجدت الراحۃ الا فی ھذہ الایام فقال عمر رضی اللہ عنہ اخلعھا ولو من قرطھا۔)(۳۳)

"حضرت عمرؓ نے ایک نافرمان عورت کو پکڑا اور اسے سمجھایا مگر اس نے کسی نصیحت پر کان نہیں دھرا حضرت عمر فاروقؓ نے اسے تین دن کے لیے بہت سے اونٹوں والے باڑے میں بند کردیا پھر اسے بلا کر پوچھا کہ اب تمہاری کیا رائے ہے وہ بولی امیر المومنین مجھے یہی تین دن تو آرام کے میسر آئے ہیں اس پر حضرت عمرؓ

نے اس کے شوہر سے فرمایا کہ اس سے خلع کر لو خواہ اس کے کان کے بندے پر کرو۔"

حضرت عمر فاروقؓ کے اس فرمان سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت وہی قاضی کا عہدہ سرانجام دے رہے تھے اس بات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قاضی کے سامنے عورت خلع کا مطالبہ کرے تو قاضی وقت اس کو انکار نہ کرے بلکہ قاضی یہ اختیار رکھتا ہے کہ معاملے کی چھان بین کر کے اسے آزاد کروائے۔ ایک اور روایت میں یوں بیان ہے:

(قال ونا سفیان عن ابی لیلیٰ عن الحکم بن عتیبة عن خیثمة عن عبداللہ بن شهاب الجولانی ان امرأة طلقها زوجها علی الفا درهم فرفع ذلک ابی عمر بن الخطاب رضی الله عنه فقال باعک زوجک طلاقا بیعا واجازه عمر۔)(۳۴)

حضرت عمر فاروقؓ نے اس عورت سے فرمایا جس کے خاوند نے اسے ایک ہزار درہم کے عوض طلاق دے دی تھی کہ تیرے شوہر نے تجھے حق طلاق فروخت کر دیا ہے۔

(عبدالرزاق عن معمر عن أیوب عن نافع أن الربیع اختلعت من زوجها، فرفع ذلک ابن عمر الی عثمان فأجازه۔)(۳۵)

"نافع بیان کرتے ہیں ربیع نے اپنے خاوند سے خلع لیا تو اس مسئلہ کو ابن عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اسے نافذ کر دیا۔"

حضرت عثمانؓ

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کے دور میں بھی خلع کے واقعے ہوئے۔ احادیث مبارکہ ہے۔

(عن نافع أنه سمع ربیع بنت مسعود بن کفراء وهی تخبر عبدالله بن عمر أنها اختلعت من زوجها علی عهد عثمان فجاء معاذ بن عفراء الی عثمان فقال! ان ابنة معوذ اختلعت من زوجها الیوم اتنتقل؟ فقال له عثمان!

لتنتقل والا میراث بینھما ولا عدة علیھا الا أنھا لا تنکح حتی تحیض حیضة خشیة أن یکون بھا حبل فقال عبداللہ عند ذلک! عثمان خیر ناوأعلمنا۔)(۳۶)

ایک ایسی خاتون حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی جسے اس کے شوہر نے مارا تھا اس خاتون نے حضرت عثمانؓ سے گزارش کی کہ اگر میرا شوہر مجھے طلاق دے دے تو میں اس کا دیا ہوا مہر اسے واپس لوٹا دوں گی پیش کش کے بارے میں بتایا اور اس نے اس پیشکش کو قبول کر لیا تو حضرت عثمانؓ نے اس خاتون سے کہا کہ خلع حاصل کرنے کے بعد اب تم جاسکتی ہو لیکن اس خلع سے صرف ایک طلاق واقع ہو گئی۔

(عن عروة عن ابیہ قال، خلع جمھان الأسلمی امرأة ثم ندم وندمت فأتوا عثمان فذکر واذلک لہ قال فقال عثمان ھی تطلیقة الا أن تکون سمت شیئا فھو علی ماسمت۔)(۳۷)

"جہمان اسلمی نے اپنی بیوی کا خلع قبول کیا پھر اس پر دونوں میاں بیوی نادم ہوئے اور انہوں نے عثمانؓ کے پاس حاضر ہو کر انہیں یہ ماجرا بیان کیا تو حضرت عثمانؓ نے کہا یہ ایک طلاق ہے البتہ اس نے خلع کی جو رقم ذمہ لی ہے وہ اس عورت پر لاگو ہو گئی۔"

(عن نافع عن الربیع ابنة معوذ بن عفراء قالت! کان لی زوج یقل الخیر علی اذا حضر ویجزنیني اذا غاب فکانت منی ذلة یوماً فقلت بہ اختلمت مناء، بکل شئ أملکہ فقال! نعم ففعلت فھاصم اینی معاذ بن عفراء الی عثمان فأجاز الخلع وأمرأن یأخذ عقاص رأیسی فما دونہ أو قالت دون عقاص الرأس۔)(۳۸)

"ربیع بنت معوذ بن عفراء بیان کرتی ہیں میرا خاوند میرے پاس ہوتے ہوئے مجھ سے اچھا سلوک نہ کرتا تھا اور غائب ہونے پر مجھے غمگین کرتا تھا ایک دن میں طیش میں آگئی اور میں نے اسے کہا کہ میں تجھ سے خلع لینا چاہتی ہوں اس چیز کے عوض جو میرے پاس ملکیت ہے وہ مان گیا تو میں نے خلع لے لیا پھر میرا بیٹا معاذ بن عفراء یہ جھگڑا لے کر عثمانؓ کے پاس گیا تو انہوں نے یہ خلع نافذ کر دیا اور کہا کہ (تیرا شوہر) میرے سر کے موباف سمیت میرے تمام مال لے لے یا فرمایا اسے کے موباف کے سوا تمام مال پر قابض ہو جائے۔"

(عبدالرزاق عن عبداللہ بن کثیر عن شعبة عن الحکم عن البثیعی عن شریح أنہ کان یجیز الخلع دون السلطان۔)(۳۹)

قاضی شریح۔ سلطان وحاکم کے بغیر خلع نافذ کر دیتے تھے۔

حضرت علیؓ

(عن علی قال یحل خلع المرأة ثلاث! اذا أفسدت علیک ذات یدک أو دعوتها تسکن الیها فأبت علیک أو فرجت بغیر اذلک۔)(۴۰)

"آپ نے فرمایا تین باتیں خلع کو حلال کر دیتی ہیں جب کہ عورت تمہارے مال کو برباد کرے، یا تمہارے بلانے کے باوجود تمہارے پاس آنے سے انکار کر دے یا تمہاری اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلے۔"

مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ خلع کے معاوضے کے طور پر اس سے زیادہ لے جتنا کہ اس نے مہر میں عورت کو دیا تھا۔

(أن علی بن أبی طالب قال! یاخذ منها فوق ما أعطاها۔)(۴۱)

"حضرت علیؓ نے بدل خلع کے متعلق فرمایا مرد عورت سے اس سے زیادہ نہیں لے گا جتنا کہ اس نے مہر میں دیا تھا۔"

(حدثنا ابو بکر قال نا عبدالوهاب الثقفی عن أیوب عن سعید بن المسیب فی المختلعة قال! ان کانت ناشرة أمره السلطان أن یخلع۔)(۴۲)

"سعید بن مسیب خلع کے بارے میں فرماتے ہیں اگر عورت شوہر کو ناپسند کرتی ہو تو حاکم شوہر کو خلع کا حکم دے گا۔"

حق خلع کے بارے میں محدثین وفقہا کی آراء

قانون کے میدان میں کسی بھی مسئلہ میں ماہرین قانون کی آراء کی اہمیت مسلم ہے۔ قانون کی تفہیم۔اس کے معنی کی تعیین اس غلط استعمال سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ماہرین قانون کی آراء کو سامنے رکھا جائے۔ شریعت کے دو پہلو نمایاں ہیں۔

۱۔باعتبار ثبوت　　　　۲۔باعتبار استدلال

عملاً دیکھا جائے تو پہلے میدان کے شہسوار محدثین اور دوسرے کے سر خیل فقہاء نظر آتے ہیں۔ حق قانون کے خلع کے حوالے سے ہم ان کی آراء سے بھی مستفید ہوں گے۔ ابن حجر فتح الباری میں رقمطراز ہیں:

(وأجمع العلماء علی مشروعیته الا بکر بن عبدالله المزنی التابعی المشهور فانه قال! لا یحل یدخل أن یأخذ من امرأته فی مقابل فرافها شیئا بقوله تعالیٰ ﴿فلا تأخذوا منه شیئا﴾ فأوردوا علیه ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾ فادعی نسکها بآیة النساء۔ أخرجه ابن أبی شیبة وغیره عنه، وتعقب مع شذوذه بقوله تعالی فی النساء أیضا ﴿فان طبن لکم عن شئ نه نفسا فکلوه﴾ وبقوله فیها ﴿فلاح جنا علیهما أن یعلما﴾ وبالحدیث وکأنه لم یثبت عنده أولم یبلغه، وانعقد الاجماع بعده علی اعتبار وأن آیة النساء مخصوصة بآیة البقرة وماَیتی النساء الآخرتین۔) (۴۳)

"خلع کی مشروعیت پر علماء کا اجماع ہے مگر ابو بکر بن عبد اللہ المزنی جو کہ مشہور تابعی ہیں فرماتے ہیں جدائی اور علیحدگی کے عوض خاوند کے لیے جائز نہیں وہ اپنی

بیوی سے کچھ لے۔ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے "پس تم اس سے کوئی چیز نہ لو"۔ انکی بات کی تردید اس آیت سے کی گئی ہے کہ میاں بیوی پر کوئی گناہ نہیں اس چیز میں جو بیوی فدیہ دے۔ ابو بکر کہتے ہیں یہ آیت سورۃ نساء کی آیت سے منسوخ ہے۔ ابن أبي شیبہ اور اس کے علاوہ کئی ایک نے انکا مؤقف نکالا ہے۔ ابو بکر المزنی کی شاذ رائے کا سورہ نساء کی ان دو(۲) آیات سے بھی تعاقب کیا گیا ہے۔(۱) پس اگر عورتیں برضاؤرغبت کوئی چیز دیں تو کھالو۔(۲) میاں بیوی پر صلح کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ اس مسئلہ میں حدیث کو یہ کہ انہیں پہنچی ہی نہیں یا ثابت ہی نہیں ہے۔ ان کے بعد خلع کے معتبر ہونے پر اجماع ہے۔ لہذا سورۃ نساء کی آیت سورۃ بقرہ اور سورۃ نساء کی باقی دو آیات کے ساتھ مخصوص ہے۔"

خلع کا طریقہ کار اور ضابطے کے حوالے سے ابن حجر فرماتے ہیں:

(وضابطہ شرعا فراق الرجل زوجتہ ببذل قابل للعوض یحصل لجھة الزوج۔ وھو مکروہ الا فی حال فحافة أن لا یقیما۔ أو واحد منھما۔ ماأمربہ، وقدینشا ذلک عن کراھة العشرة اما لسؤ خلق أوخلق وکذا الرفع الکراھة اذا احتاجا الیہ خشیة حنث یؤل الی البنیوة الکبری۔)(۴۴)

شرعی طور پر اس کا ضابطہ یہ ہے کہ آدمی کا اپنی بیوی سے وہ معاوضہ لے کر الگ ہو جانا جو اس نے دیا تھا یہ صرف اس وقت جائز ہوتا ہے جب اللہ کی حدود کو دونوں ہی قائم نہ رکھ سکیں یا دونوں میں سے کوئی ایک قائم نہ رکھ سکے۔ بصورت دیگر خلع لینا مکروہ ہے۔ خلع والی صورت حال ناپسندیدہ اخلاق اور صورت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

نکات

1. ابو بکر المزنی کے (جو کہ مشہور تابعی ہیں) ان کے علاوہ خلع کی مشروعیت پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ ان کے بعد تو اس کے جواز پر علماء کا اجماع ہے۔
2. خلع کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ شوہر مہر میں دیا ہوا مال واپس لے کر بیوی سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔
3. میاں، بیوی کے لیے خلع اس وقت جائز ہے جب دونوں کو یا دونوں میں سے ایک کو خطرہ ہو کہ وہ حدود اللہ قائم نہیں رکھ سکیں گے۔
4. خلع کی نوبت صورت یا سیرت کی ناپسندیدگی کی وجہ سے آتی ہے۔

محمد بن اسماعیل سبل الاسلام میں لکھتے ہیں:

(الحدیث فیہ دلیل علی شرعیة الخلع وصحتہ وأنہ یحل أخذ العوض من المرأة۔)(۴۵)

"ثابت بن قیس والی حدیث میں خلع کی مشروعیت اور اس کی صحت کی دلیل ہے اور آدمی کا اپنی بیوی سے معاوضہ لینا حلال ہے۔"

خلع کی شرائط کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ محمد بن اسماعیل رقمطراز ہیں:

(وأختلف العلماء ھل یشترط فی صحتہ أن تکون المرأة ناشرة أم لا مذھب الی الأول الھادی والظاھریة واختارہ ابن المنذر مستدلین بقصة ثابت ھذہ فان طلب الطلاق نشوز وبقولہ تعالیٰ ﴿الا أن یخافا أن یأتین بفاحشة مبینة﴾ وذھب أبو حنیفة والشافعی والمؤید وأکثر اھل العلم الی الثانی وقالوا یصح الخلع مع التراقی بین الزجین وان کانت الحال مستقیمة بینھما ویحل العوض لقولہ تعالیٰ ﴿فان طبن لکم عن شی منہ نفساً﴾ ولم تفرق ولحدیث ﴿الا بطیبة من نفسہ﴾ وقالوا انہ لیس فی حدیث ثابت ھذا دلیل علی الاشتراط والآیة یحتمل أن الخوف فیھا وھو الظن والھسبان

یکون فی المستقبل قیدل علی جوازہ وان کان الحال مستقیماً بینھما وھما مقیحان لحدود اللہ فی الحال ویحتمل أن یراد أن یعلما ألا یقیما حدود اللہ ولا یکون العلم الا لتحققہ فی الحال کذا قیل وقد یقال ان العلم لاینافی أن یکون النشوز مستقبلا والمراد انی أعلم فی الحال أنی لاأحتمل معہ اقامۃ حدود اللہ فی الاستقبال وحینذ فلا دلیل علی اشتراط النشوز فی الآیۃ علی التقدیرین۔)(۴۶)

"علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ خلع کے لیے عورت کا ناشزۃ ہونا چاہیے کہ نہیں۔ الھادی، ظاہری تو کہتے ہیں نشوز عورت کی طرف سے ہونا چاہیے۔ ابن منذر نے قصہ ثابت سے یہ استدلال کیا ہے کہ علیحدگی کا مطالبہ نشوز کی بنیاد پر ہی ہونا چاہیے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے یہ کہ وہ دونوں (میاں بیوی) اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں اور یہ کہ وہ واضح برائی کو آئیں۔ اَبو حنفیہ، شافعی، المؤید اور اکثر اہل علم کہتے ہیں خلع میں باہمی رضامندی ضروری ہے۔ اگرچہ ان کے درمیان حالات صحیح ہوں تو معاوضہ خلع کو حلال کر دے گا کیونکہ فرمان الٰہی ہے۔ اگر وہ خوشی سے دیں تو لے لو، لہٰذا جدائی نہیں کی جائے گی۔ اور حدیث مگر عورت خوشی سے دے، وہ کہتے ہیں حدیث ثابت میں نشوز کے شرط ہونے کی دلیل نہیں ہے اور آیت کو اس بات پر محمول کیا جائے گا اس میں خوف ہو۔ ظاہر بات ہے کہ اس کا تو صرف شائبہ اور گمان ہے کہ مستقبل میں نہ ہو جائے پس حدود اللہ سے تجاوز کا خدشہ ہی خلع کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔ اگرچہ فی الوقت تو ان کے تعلقات قائم ہیں۔ اور وہ دونوں حدود اللہ قائم کیے ہوئے ہیں۔ احتمال ہے کہ حقیقت حال سے انہیں اس بات کا علم ہو جائے کہ مستقبل میں وہ حدود اللہ نہیں قائم رکھ سکیں گے۔ اور یہ قول بھی اپنایا گیا ہے کہ مستقبل میں نشوز کا علم خلع کے منافی نہیں۔ تاہم میری مراد تو حالیہ نشوز ہے۔ میں تو حالیہ نشوز کو سامنے رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ مستقبل

میں بھی حدود اللہ قائم نہ رہ سکیں گی۔ چنانچہ اس وقت آیت میں نشوز کے شرط ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔"

نکات

1) خلع کے لیے نشوز عورت کی طرف سے ہونا چاہیے یا نہیں۔ ظاہری وغیرہ کے ہاں ہونا چاہیے۔ جبکہ ابو حنیفہ وغیرہ کے ہاں نہیں ہونا چاہیے۔

2) ابو حنیفہ وغیرہ کے ہاں باوقتی طور پر تو باہمی رضامندی ہی ہونا چاہیے۔ لیکن مستقبل میں نشوز کا خدشہ ہو۔

3) مصنف کے ہاں حالیہ نشوز ہی مراد ہے۔

زاد المعاد میں ابن قیم فرماتے ہیں:

(الحدیث فتضمن ہذا الحکم النبوی عدۃ احکام۔ احدھا! جواز الخلع کما دل القرآن قال اللہ تعالیٰ! (وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ)(۴۷)۔ ومنع الخلع طائفۃ شادۃ من الناس حالفت النص والاجماع۔) (۴۸)

حدیث ثابت بن قیس کے حوالے ابن قیم فرماتے ہیں یہ حکم نبوی کئی احکام پر مبنی ہے۔

(۱) خلع کے جواز پر۔ جیسے کہ اللہ کا فرمان ہے۔

(۲) جس گروہ نے خلع کی مشروعیت کی مخالفت کی ہے انہوں نے اجماع، نص کی مخالفت کی ہے۔

حق خلع کے بارے میں ابن قدامہ فرماتے ہیں:

(والمرأۃ اذا کانت مبغضۃ للرجل وتکرہ أن تمنعہ ماتکون عاصیۃ بمنعہ فلا بأس أن تفتدی نفجھا منہ۔)(۴۹)

"جب بیوی شوہر کو ناپسند جانتی ہو اور اس سے نفرت کرتی ہو اور شوہر جسے نافرمانی سمجھے اس سے روکے تو بیوی پر گراں گزرتا ہو اس صورت حال میں عورت کا اپنی طرف سے کوئی فدیہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔"

ابن قدامہ مزید فرماتے ہیں:

(وجملة الأسر! أن المرأة اذا کرهت زوجها لخلقه أو خلقه أو دينه أو کبره أو ضعفه أو نحو ذلك وخشيت أن لا تؤدی حق الله فی طاعته جاز لها أن تخالعه بعوض تفتدی به نفسها۔) (۵۰)

"اور من جملہ بات یہ ہے کہ جب عورت اپنے شوہر کو اس کی صورت و سیرت، دین، رویے، کمزوری یا کسی اور وجہ سے ناپسند کرے اور اسے خدشہ ہو کہ وہ اس کی اطاعت میں اللہ کا حق ادا نہیں کر سکے گی تو اس کی صورت میں وہ اپنی طرف سے معاوضہ دے کر خلع لے سکتی ہے۔"

ابن حزم فرماتے ہیں:

(الخلع وهو الافتداء اذا کرهت المرأة زوجها فخافت أن لا نوفيه حقه أو حافت أن يبغضها فلا يوفيها حقها فلها أن تفتدی منه۔)(۵۱)

"خلع اس وقت ایک فدیہ دینا ہے جب عورت اپنے شوہر کو ناپسند کرتی ہو اور وہ ڈرتی ہو کہ اس کا حق ادا نہیں کر سکے گی۔ یا اسے شوہر کی نفرت اور حقوق کی عدم ادائیگی کا خدشہ ہو تو اس صورت میں اس کے لیے جائز ہے کہ وہ مال دے اور آزاد ہو جائے۔"

آراء کا تجزیہ

فقہاء و محدثین کا مذکورہ آراء کا اگر ہم تجزیہ کریں یہ سمجھ میں آتا ہے کہ

1) شریعت انسان کے فطری حقوق کی پاسداری اور خیال رکھتی ہے۔ وہ کسی بھی ذات کو تکلیف ماہ یطاق کا مکلف نہیں ٹھہراتی بلکہ انسانوں کو ان کی فطری استعداد کے مطابق ہی مکلف کرتی ہے۔

2) مزید یہ کہ شریعت میں انسانی طبائع کا خیال رکھا جاتا ہے۔ کسی بھی حکم کو اس حد تک لازم کیا جاتا ہے جس حد تک طبیعت انسانی اسے قبول کرتی ہے۔ اگر کوئی حکم شرعی طبع پر ناگوار گزرتا ہے اور طبیعت اس ناگواری کو مسلسل محسوس کرتی ہے اور وہ حکم چھوڑ دینے سے شرع کی اساسی تعلیمات پر کوئی ضد نہیں آتی اس صورت میں اسے چھوڑ دینا ہی مناسب ہے۔

3) مردوزن کے حقوق وفرائض کے تعین میں شریعت اسلامیہ نے راہ اعتدال اپنائی ہے۔ اس میں جو ذمہ داریاں اور حقوق جس کے بنتے ہیں۔ فطری تقسیم کے مطابق ہی انہیں عائد کیا ہے۔

4) چنانچہ شریعت میں حق خلع یا خلع کا جواز اسی نوعیت سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ جب کسی بیوی کو احساس ہو کہ وہ ازدواجی زندگی خوشگواری کے ساتھ نہیں گزار سکے گی تو اس کے لیے جائز ہے مہر یا اس کی مثل کم وبیش معاوضہ دے کر بطریق احسن علیحدگی اختیار کرلے۔ محدثین وفقہاء کی آراء کا اگر ہم جائزہ لیں تو یہ باتیں سامنے آتی ہیں۔

1) خلع کی مشروعیت پر تمام لوگ متفق ہیں حتی کہ علماء کا اس کی مشروعیت پر اجماع ہے۔

2) ابو بکر المزنی ایک مشہور تابعی ہیں۔ وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے اس کی مشروعیت کو ناجائز قرار دیا ہے۔ لیکن یہ مؤقف دلائل کی دنیا میں انتہائی کمزور ہے۔

3) خلع کا جواز صرف انہیں صورتوں میں ہے جب ازدواجی رشتے میں کوئی ایسی دراڑھ آجائے جسے بھرنہ ناممکن ہو اور اس رشتے کے اللہ نے جو احکام دیے ہیں۔ ان کی بے حرمتی یا نافرمانی کا خدشہ ہے۔

4) یہ ناپسندیدگی اگرچہ کچھ فقہاء نے کہا ہے کہ عورت کی طرف سے ہو تب ہی خلع جائز ہے لیکن اگر ساتھ اس میں مرد بھی شامل ہے تو کوئی حرج نہیں۔

5) خلع کا جائز اور مشروع طریقہ یہ ہے کہ عورت مہر میں لیا ہوا مال علیحدگی کے عوض واپس کرے۔

اگر مرد خلع نہیں دے رہا تو قاضی اپنے اختیارات استعمال کر سکتا ہے۔

خلاصہ بحث

سابقہ ساری بحث کا خلاصہ یا ماحاصل یہی سامنے آتا ہے کہ:

- خلع میں حاکم یا قاضی کی شمولیت قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ اس کی ممانعت نہیں ہے۔
- خلع اَصل میں حاکم کے بغیر ہی ہے جیسے نکاح بیع ہے۔
- کسی قسم کے جھگڑے یا خاوند کی طرف سے خلع دینے کے انکار کی وجہ سے قاضی یا حاکم اپنا کردار ادا کر سکتا ہے۔

یعنی خاوند کو خلع پر مجبور بھی کر سکتا ہے اور جھگڑے کے تصیفے کی کوئی صورت نکال کر اسے نافذ بھی کر سکتا ہے۔

عہد خلفا راشدین میں بھی خلع کی حجیت اور مشروحیت پر جواز ملتا ہے۔ چنانچہ خلفاء کے اس باب نظائر ہمیں ملتے ہیں انہوں نے سنت کے مطابق خلع کی عدت ایک حیض مقرر کرتے ہوئے علیحدگی کا حکم صادر فرمایا لہذا خلع احادیث اور آثار سے ثابت ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱- النساء۴: ۱　　۲- النساء۴: ۱۹

۳- ابن منظور، لسان العرب، داراحیاء التراث العربی، بیروت۔ لبنان، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء (مادہ خلع)، ۸۲/۸

۴- الجزیری، عبدالرحمٰن، الفقہ علی مذاہب الاربعہ، داراحیاء التراث العربیہ، ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۹۹ء، ۳۳۰/۴

۵ - امام علامہ تقی الدین، ابن تیمیہ، الفتاوی الکبری، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔ لبنان، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۷ء، ص: ۳۳۴

۶ -ابی محمد علی بن احمد بن سعد بن حزم، المحلی، لجنتہ احیاء التراث، بیروت، (مادہ خلع)، ۲۳۰/۱۰

۷ -المغنی، ہجر، الطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان، القاہرہ، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء، ۲۶۷/۱۰

۸ - البقرہ: ۲۲۹

۹- ابن حجر عسقلانی، شہاب الدین احمد بن علی بن محمد، فتح الباری شرح صحیح بخاری، دارالکلم الطیب، بیروت، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء، التاسع/ ۳۹۶-۳۹۷

۱۰ - القرطبیؒ، ابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع الاحکام القرآن، دارالشھانۃ، بیروت۔ لبنان، س۔ن، ۹۴۶/۲

۱۱ - فتح الباری، کتاب الطلاق، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ ۳۹۷/۹-۳۹۶

۱۲ - البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء، کتاب الطلاق، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ، : ۵۲۷۳، ص: ۱۱۴۴

۱۳ - ابن قیم الجوزیہ، زادالمعاد، مکتبہ المنارالاسلامیہ، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء، حکم رسول اللہ ﷺ فی الخلع، ۱۹۷/۵

۱۴ - زادالمعاد، حکم رسول ﷺ فی الخلع ۱۹۳/۵ ۱۵ - المغنی ۵۲/۷

۱۶۔ ایضاً ۱۷- صحیح بخاری، کتاب الطلاق باب الخلع وکیف الطلاق، ص:۱۱۴۴

۱۸ - فتح الباری، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ، کتاب الطلاق، التاسع/ ۳۹۶

۱۹ - النساء۴: ۱۲۸ ۲۰- البقرہ۲: ۲۲۹

۲۱- المحلی، الخلع، احکام الخلع ۲۳۷/۱۰ ۲۲-ایضاً

۲۳- السید سابق، فقہ السنۃ، دارالکتاب العربی، بیروت۔ لبنان، طبع الثانیۃ، ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء، ۲۹۹/۲

۲۴- المائدہ۵: ۴۹ ۲۵- النساء۴: ۶۵

۲۶- بخاری، کتاب الطلاق: باب الخلع وکیف الطلاق فیہ، رقم الحدیث: ۵۲۷۳، ص: ۱۱۴۴

۲۷- البقرہ،۲:۲۲۹　　۲۸- ایضاً　　۲۹- ایضاً

۳۰- علامہ ابن تیمیہ، شرح العقیدۃ الواسطیۃ، مکتبہ دار السلام، الریاض، طبع الاولی، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء، ص:۵۹

۳۱- الحافظ ابی عبداللہ محمد بن یزید القزوینی، ابن ماجہ، باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱/۱۵

۳۲- سنن البیہقی، السنن الکبری، کتاب الخلع والطلاق باب الوجہ الذی تحل بہ الفدیۃ، دار المعرفۃ، بیروت۔لبنان،، طبع اول، ۱۳۰۳ھ ۷/۳۱۵

۳۳- الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار حیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء، کتاب الطلاق، ۳/۱۴۵

۳۴- المغنی ۷/۵۲

۳۵- عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی، المصنف، باب الخلع دون السلطان، ۱۳۹۲ء/ ۱۹۷۲م، رقم الحدیث: ۱۱۸۱۲، السادس/۴۹۵

۳۶- علامہ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی، کنز العمال، کتاب الخلع، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۴م، ۳/۶۱۵

۳۷-امام حافظ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطلاق، طبع المبعہ العلوم الشرقیۃ، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۱م، رقم الحدیث: ۱۵۲۶۵، ۵/۱۱۰

۳۸- کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، رقم الحدیث: ۱۵۲۶۸۔ ۶/۱۸۲

۳۹- المصنف، باب الخلدون السلطان، کتاب الطلاق، رقم الحدیث: ۱۱۸۱۳

۴۰- کنزل العمال، کتاب الخلع، ۶، ۵/۸۴، رقم الحدیث: ۱۵۲۶۹؛ المصنف، عبدالرزاق، الجز السادس، ص: ۴۹۵

۴۱- المصنف، رقم الحدیث: ۱۱۸۴۴، ۶/۵۰۳

۴۲- مصنف، کتاب الطلاق ۵/۱۱۷

۴۳- فتح الباری، کتاب الطلاق، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ ۹/۳۹۵

۴۴- ایضاً، ص: ۳۹۶

۴۵- محمد بن اسماعیل الامیر الیمنی الصنفانی، سبل السلام، شرح بلوغ المرام، باب الخلع طبع دار الحدیث الازھر، ۳/۵۷۳

۴۶- ایضاً　　۴۷- البقرہ،۲:۲۲۹

۴۸- زاد المعاد ۵/۱۹۳　　۴۹- المغنی ۷/۵۱

۵۰- ایضاً　　۵۱- المحلی، کتاب الخلع ۷/۲۳۵